ڈاکٹر شبنم نیاز
اسسٹنٹ پروفیسر
لاہور کالج ویمن یونیورسٹی، لاہور

تدوینِ گلزارِ نسیم از رشید حسن خان

Masnavi "Gulzar-e-Naseem" is the famous masnavi of Pandit Diya Shankar Naseem. Rasheed Hassan Khan edited and published it in 1995. Rasheed Hassan Khan is a well-known researcher, Critic and editor of subcontinent. His research takes into account multiple areas but the articale particularly put forward the understanding of editing Gulzar-e-Naseem. In the article Dr. Shabnam Niaz has supported the version of regarding her review on Gulzar-e-Naseem. She has presented on overview of editing of masnavi Gulzar-e-Naseem. In the article she has used references from the different researchers to justify review of Tadwen-e- Gulzar- e- Naseem.

تدوین کی مختصر تعریف:

"تدوین عربی زبان کالفظ ہےجوفارسی ا وراُردو میں عام طورپراستعمال ہوتاہےتدوین کے معنی فارسی زبان میں

"جمع مدون وتالیف کردن"(۱)

کے ہیں۔

نورالغات میں تدوین کے معنی کچھ یوں ہیں:

"جمع کرنا، مرتب کرنا"(۲)

یعنی تدوین متفرق اجزاءکواکٹھاکرکےان کی شیرازہ بندی کرناہے۔ تدوین کامقصد متن کومنشائےمصنف کےمطابق پیش کرناہے۔ہندوپاکستان کی ادبی تحقیق میں تحقیق کی دوصورتین ملتی ہیں۔ ایک قدیم متون کی تصحیح وترتیب اوردوسری حقائق کی بازیافت اورانکی تفہیم تحلیل۔ہم اس کواس طرح

بھی کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق حقائق کی بازیافت ہےاور تدوین تصحیح متن کی بازیافت۔

تدوین میں متن کوبنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ہمارےقدیم متون میں تصرفات اورتحریفات بہت ہوئےہیں اوراسکےبہت سےاسباب ہیں جن کی وجہ سےمنشائےمصنف تک پہنچناخاصادشوارہے۔ مگراُردوکے مدونین نےاس سلے میں نہایت عرق ریزی سےتدوین کےاصول مرتب کیےاور تدوینِ متن کی ذمہ داری کوبطریق احسن نبھایاہے۔

بیسویں صدی کےنصف اوّل میں اردوتحقیق کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔اس مختصرعرصہ میں زمانےکے بعداُردوتحقیق وتدوین میں وہ کام شروع ہواجواس سےپہلے کبھی نہیں ہواتھا۔اردوکےنامور محققین نےتحقیق کےساتھ ساتھ تدوین میں بھی نمایاں کام کیا۔

رشید حسن خاں کانام بھی ایسےہی مدونین کی فہرست میں آتاہے۔جنھوں نےناصرف تحقیق بلکہ تدوین میں بھی آنےوالےلوگوں کےلیےنئی راہیں متعین کیں۔ رشید حسن خاں نقاد،محقق،مدون اورماہراملاوقواعدکی حیثیت سےپہچانےجاتےہیں۔ اُن کے تدوینی کارنامےایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتےہیں۔ انھوں نےتدوینی ا صولوں پرعمل کرکےانھیں معتبرکردیا۔ اپنےتدوینی کاموں کےذریعےانھوں نےتدوینی ا صولوں کومتعارف کروایا۔

رشید حسن خاں کےنزیک تحقیق اورتدوین بجائےخوددومستقل موضوع ہیں۔ انھوں نےاس حوالےسےشعبہ تدوین کےمتعلق کئی مضامین میں اپنےنظریات پیش کرتےہوئےبارہا یہ واضح کیاہےکہ تدوین کامقصدمتن کومصنف کےمقصودکےمطابق پیش کرناہےاوریہ کہ اس کی اولین صورت کیاتھی۔وہ لکھتےہیں: "ہرصُورت میں اشاعتِ اوّل کومتن کی بنیادبنناچاہیے۔" ۳ کیو نکہ جوقدیم متون ہمارےسامنےآتےہیں وہ اکثرکئی سوسال پرانےبھی ہوتےہیں ان میں عہدبہ عہدبہت سی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ الحاق،تحریف اورترمیم کی وجہ سےکوئی تحریرقابلِ اعتبارنہیں ہوسکتی۔ یہ جانےبغیرکہ تحریرہرطرح کےسقم سےپاک ہےاس کےبارےمیں کوئی بھی حتمی رائےقائم نہیں کرسکتےاس سِلسلے میں رشید حسن خاں کاکہناہے:

"تدوین کایہ مُسلّمہ اصول ہےکہ کسی متن کےجتنےاہم نسخےممکن ا لحصول ہوں،اُن سب سےاستفادہ کیاجائےاسکےبغیرتدوین کاحق ادانہیں ہوسکتا۔یہ صبرآزماکام ہے۔۔۔"(۴)

رشید حسن خاں کا یہ کارنامہ بہت بڑا ہے کہانھوں نے تحقیق اور تدوین جوادب کے الگ الگ شعبے ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں اپنے تدوینی کاموں کے ذریعےان کی اپنی اپنی خصوصیات اور تقاضوں کوواضح کیاہے۔ ان کی نثری داستانوں کی تدوین ادب میں اُنکابڑاکارنامہ ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں کہ جب تدوین کے سلسلے میں کتابوں کی فہرست بنائی گئ یتواِس میں چھے کتابوں کوشامل کیاگیا۔فسانۂ عجائب،باغ وبہار،مثنوی گلزارِنسیم،مثنوی سحر البیان،نوطرزِمرقع اور قصائد سوداکا مجموعہ۔

اس سلسلے کی جب پہلی دوکتابیں فسانۂ عجائب اورباغ وبہار سامنے آئیں تواُنھیں بہت پذیرائی ملی۔ اسکےبعد گلزارِنسیم کی تدوین کی،یہ بھی بے حدپسند کی گئی۔گلزارِنسیم کی تدوین کےبعد چھے کتابوں کی فہرست میں ''غرائب اللغات''کا بھی ا ضافہ کرلیاگیا۔فہرست کے مطابق مندرجہ ذیل کتب کی تدوین مکمل ہوچکی ہے۔

- ☆ فسانۂ عجائب ۱۹۹۰ء
- ☆ باغ وبہار ۱۹۹۲ء
- ☆ گلزارِنسیم ۱۹۹۵ء
- ☆ مثنویات شوق ۱۹۹۸ء

یہ تصانیف دہلی سے شائع ہوئیں اوراب پہلی تین کتب لاہورسے بھی شائع ہوگئی ہیں۔

گلزارِنسیم:

تدوین میں متن کےایک ایک لفظ کی اہمیت ہوتی ہےاوربعض الفاظ تومتن کی تفہیم اور معنی مقصود تک رسائی کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ رشید حسن خاں نےاپنی ان کتابوں‌میں متنی تدوین کے تمام اصولوں‌کوبڑی مہارت محنت اورچابکدستی سے برتاہے۔گلزارِنسیم،بھی انکے تدوینی کاموں‌کاایک اعلی ٰنمونہ ہے جس میں انھوں نےاپنے پیش کردہ تمام تدوینی اصولوں اور نظریات پر سختی سے عمل کیاہے۔

فورٹ ولیم کالج کی مطبوعہ فہرست میں یہ قصہ شامل ہے۔جس کے مطابق یہ تصنیف مذہبِ عشق، (گل بکاؤلی) کے نام سے ۱۸۰۴ءمیں اُردو میں نہال چندلاہوری کے نام سے ۳۷نمبرپرہے۔

گلزارِنسیم مرتبہ رشید حسن خاں ۱۹۹۵ءمیں نئی دہلی سےانجمن ترقی اُردو (ہند) نےشائع کی۔ فسانۂ عجائب اورباغ وبہارکی طرح گلزارِنسیم بھی تدوین کاشاہکارہے۔ اسکاانتساب رشید حسن خاں

نے ڈاکٹر نیئر مسعود رضوی کے نام کیاہے۔ ۷۲۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب تدوین کے تمام تقاضوں کوپورا کرتی ہوئی پایہ ٔ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

اِسکاپیش لفظ خلیق انجم صاحب نے لکھاہے۔ جس میں انھوں نے رشید حسن خاں کی تدوینی خدمات کااعتراف کرتے ہوئے انھیں اُردوکے اعلیٰ ترین محققوں اور متنی نقادوں میں شمار کیاہے۔

گلزارِنسیم کی ابواب بندی "باغ وبہار" کی طرز پر ہی کی گئی ہے۔

مقدمہ ٔ مرتب	۱۱تا ۱۴۷	۱
گلزارِ نسیم کا متن	۱۵۲تا ۲۳۶	۲
ضمیمہ، تشریحات	۲۳۷تا ۵۲۰	۳
ضمیمہ، تلفظ واملا	۵۲۱تا ۵۵۰	۴
فرہنگ	۵۵۱تا ۶۰۲	۵
فارسی متن	۶۰۳تا ۷۲۴	۶

مقدمہ مرتب میں تمہید کے عنوان سے رشید حسن خاں نے قصہ "گُل بکاؤلی" کے منظوم ہونے تک کے پس منظر کو تفصیلاً بیان کیاہے۔ اس تمہید میں پنڈت دیاشنکر نسیم کی فنی صلاحیتوں کااعتراف کرتے ہوئے مثنوی کے اوصاف کو بہت تفصیل سے پیش کیاہے۔ تمہید میں قصے کی تمام تر تفصیلات کو جزئیات کے ساتھ پیش کیاہے۔ مثنوی کے تمام فنی لوازم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 'سحر البیان' اور 'گلزارِ نسیم' اُردو کے دو مختلف اسالیب کے نمائندے ہیں۔

اسکے ساتھ ساتھ گلزارِنسیم کی ادبی اورنصابی اہمیت کوواضح کرتے ہوئے فورٹ ولیم کالج کے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی دلچسپی کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ گلکرسٹ کی نظروں میں اس کی اہمیت واضح کرتے ہوئے رشید حسن خاں نے اسکادیگر قصوں کے ساتھ موازنہ کیاہےاوراسکابہترین تجزیہ کیاہے۔ اس قصے کامحلِ وقوع بہت تفصیل سے دیاہےاسکے ساتھ ساتھ حواشی میں کئ حوالوں کے ساتھ وضاحت پیش کردی گئ ہے۔ قصے کے اجزائ، تمثیلی انداز، سالِ تصنیف اور قصے کی قدیم ترین روایت پر بھی بحث ہے۔

رشید حسن خاں لکھتے ہیں۔۔۔

"اصل قصہ فارسی نثر میں تھا۔ گلکرسٹ کی فرمایش پر منشی نہال چندلاہوری نے اُسکااُردونثر میں

ترجمہ کیا،جسکا تاریخی نام "مذہبِ عشق" ہے۔اِس قصے نے بہت شہرت پائی۔۔" (۶)

قصے کی قدیم ترین تحریری روایت کے متعلق رشید حسن خاں لکھتے ہیں۔۔

"اب تک کی معلومات کے مطابق اِس قصے کی ایسی قدیم ترین تحریری روایت، جس کے متعلق ضروری تفصیلات معلوم ہوں،وہ عزت اللہ بنگالی کا فارسی متن ہے۔۔۔"(۷)

متن کی قدیم ترین تحریری روایت کی بحث کو سمیٹتے ہوئے انھوں نے اِس قصے کی زمانی ترتیب بھی پیش کر دی ہے۔ اور یہ ترتیب اندازوں،اُدھورے بیانات اور نامکمل حوالوں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ٹھوس شواہد اور گہرے غور وفکر کا نتیجہ ہے۔ رشید حسن خاں کے مطابق زمانہ تصنیف گلزارِ نسیم تک کچھ اِسطرح ہے۔۔۔

۱۔ عزت اللہ بنگالی کا فارسی متن (۱۷۲۰ءسے ۱۷۳۰ءتک کسی وقت)۔

۲۔ ریحان کی اُردو مثنوی (۱۲۱۱ھ/۹۸۔۱۷۹۷ء)

۳۔ مذہبِ عشق (فارسی متن ترجمہ اُردو نثر میں ازنہال چند لاہوری، ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء)

۴۔ گلزارِ نسیم (دیاشنکر نسیم لکھنوی، ۱۲۵۴ھ/۳۹۔۱۸۳۸ء) (۸)

رشید حسن خاں نے عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے بارے میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ کیا اُن کا فارسی متن ترجمہ ہے؟کیونکہ اس سلسلے میں مختلف محققین اور ناقدین کی مختلف آرا ملتی ہیں۔ مثلاً خان رشید صاحب اپنی کتاب "اُردو کی تین مثنویاں" میں گلزارِ نسیم کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ یہ عزت اللہ کی فارسی داستان ہے جسے نسیمؔ نے منظوم کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"گلزارِ نسیم میں جس داستان کو نظم کیا گیا ہے وہ ایک مشہور قصہ ہے جسے عزت اللہ بنگالی نے ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۲ء میں فارسی میں لکھا تھا۔"(۹)

مزید لکھتے ہیں:

"۱۲۱۷ھ/۱۸۰۳ء میں نہال چند لاہوری نے "مذہب عشق" کے نام سے اُردو میں اسکا ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ دراصل مثنوی گلزارِ نسیم کی اصل ہے۔"(۱۰)

یعنی خان رشید صاحب کے مطابق عزت اللہ کی داستان کا متن فارسی میں تھا اور یہ کسی کا ترجمہ نہیں۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر گوپی چندر نارنگ ''ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں'' میں لکھتے ہیں۔

''دیاشنکر نسیم (۱۸۱۱ئ۔۱۸۴۳ئ) کی مثنوی گلزارِ نسیم، گُل بکاؤلی کے مشہور قصے پر مبنی ہے۔ اس قصے کی اصل کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔'' (۱۱)

وہ اس بات کے حق میں ہیں کہ ایرانی داستانوں سے ملتے جلتے واقعات کی موجودگی میں اس قصے کوہندوستانی الاصل قراردینا ادبی تحقیق کے خلاف ہے۔ بعدازاں انھوں نے اِس سلسلے میں اصغر گونڈوی]یادگارِ نسیم[اور عبدالقادر سروری کی اس تحقیق سے اختلاف کیاہے کہ یہ ہندستانی الاصل ہے۔ وہ اسکے فارسی نسخے کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایتھے کابیان ہے کہ عزت اللہ بنگالی نے قصہ گل بکاؤلی اپنے ایک دوست محمد کی فرمایش پر 'ہندستانی زبان' سے فارسی میں منتقل کیا۔۔۔'' (۱۲)

یعنی ایتھے کے بیان کے مطابق یہ قصہ ہندستانی زبان میں تھااوراسے عزت اللہ نے فارسی میں منتقل کیا۔ ڈاکٹر گوپی چندنارنگ نے ایتھے کے بیان کو اسی طرح پیش توکردیامگراس سلسلے میں کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکال پائے کہ یہ اُن کے خیال میں ترجمہ ہے یانہیں؟محسوس یہ ہوتاہے کہ انھیں ایتھے کی تحقیق سے سوفیصد اتفاق ہے کہ یہ ہندستانی زبان سے فارسی میں منتقل کیاگیا۔ عزت اللہ کے فارسی نسخے کے علاوہ انھوں نے دومزید فارسی نسخے بھی درج کیے ہیں۔

''گل بکاؤلی ازعزت اللہ بنگالی ۱۱۳۴ھ

مثنوی رفعت (قصہ گل بکاؤلی)

مثنوی ازفرحت (اواخربارہویں صدی ہجری)'' (۱۳)

اصغر حسین خان نظیری لدھیانوی 'مثنویگلزارِ نسیم' میں لکھتے ہیں:

''انھوں نے ۱۸۳۸ءمیں میرحسن کی مثنوی ''بدرمنیر'' کے جواب میں ''مثنوی گلزارِ نسیم'' لکھی۔۔۔'' (۱۴)

اصغر حسین صاحب نے بھی نسیم ؔ کے اپنے تحریری بیان کو ہی بنیادمانتے ہوئے لکھاہے کہ:

''گل بکاؤلی کا قصہ جیسا کہ نسیمؔ نے مثنوی کے آغاز میں اعتراف کیاہے نثر میں پہلے سے موجود تھا۔ نسیمؔ نے اسے مثنوی میں بیان کر دیا۔'' (۱۵)

اصغر حُسین صاحب نےاِس سلسلے میں یہ وضاحت نہیں کی کہ اس قصے کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟اسکااساسی متن کیاہے؟آیاوہ فارسی زبان میں ہےیاہندستانی زبان میں؟ایرانی قصے پر مبنی ہے یاہندستانی الاصل؟

ایک اوررائے ہم ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی بھی اس سلسلے میں دیکھتے ہیں۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''مثنوی گلزارِنسیم دیاشنکر نسیم نے قصہ ''گل بکاؤلی''کونظم کاجامہ پہنایاہے۔یہ قصہ طبع زاد نہیں ہے۔بلکہ پہلے سے اُردومیں موجود تھا۔جیساکہ خود نسیم کے ان اشعار سے ظاہر ہے۔

قصہ یہ سُنایاگیاہے اکثر
اُردو کی زبان میں سخنور
وہ نثرہے دادِ نظم دُوں میں
اِس مے کودوآتشہ کروں میں (۱۶)

ان کے خیال میں نسیم نےاُردوکے جس نثری قصے کاذکر کیاہے وہ بظاہر نہال چندلاہوری کامعلوم ہوتاہےاس لیے کہ نسیم سےپہلے نہال چندکے قصے کے سِوا گل بکاؤلی کاکوئی قصہ اردومیں نہیں ملتا۔نہال چندنے ۱۲۱۷ھ /۱۸۰۳ءمیں جان گلکرائسٹ کے حکم سے اُردونثر میں منتقل کیااور ''مذہبِ عشق''نام رکھا۔اسے ہندی میں تالیف کیاگیااس قصے نے بہت شہرت پائی۔مذہب عشق کے خطی نسخے اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔صرف خدابخش لائبریری میں اسکے خطی نسخے ہیں۔نسیم نے ۱۲۵۴ھ /۱۸۳۸ءمیں اِسےاُردو میں منتقل کیا۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری،عزت اللہ کے فارسی متن کے متعلق لکھتے ہیں:

''مذہبِ عشق دراصل عزت اللہ بنگالی کی فارسی تالیف کاترجمہ ہے۔اب تک عام طورپریہ خیال کیاجاتاہے کہ قصہ گل بکاؤلی ابتدأفارسی میں تھااوراسے ۱۱۳۴ھ میں عزت اللہ بنگالی نےاپنے ایک دوست نذر محمد کی علالت کے زمانے میں اسکادل بہلانے کے لیےترتیب دیاتھا۔'' ۱۷

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس سلسلے میں ''گارساں دتاسی''کی ''تاریخ ادب ہندوستانی''کابھی حوالہ دیتے ہیں کہ اس کی تحقیق کے مطابق عزت اللہ بنگالی کاقصہ فارسی ترجمہ ہے۔وہ ''گارساں دتاسی''کابیان

اس طرح سے لکھتے ہیں :

"توپ خانہ لکھنؤ میں اس قصے کے متعلق ایک قدیم دکنی قصہ بھی ملتاہے۔ دکنی قصہ ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء میں لکھا گیاہے اس قصے میں ۱۳۰ صفحات اور ہر صفحے پر پندرہ سطریں ہیں۔"(۱۸)

وہ کہتے ہیں کہ اگر "گارساں دتاسی" کی بات کو درست مان لیاجائے تو یہ ثابت ہوتاہے کہ "گل بکاؤلی" کا قصہ ابتداً دکنی میں لکھا گیااوراسکے بعد عزت اللہ بنگالی نے اسے فارسی میں ترجمہ کیا۔

یعنی ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بھی اِس پر اپنے طور پر کوئی حتمی رائے نہیں دی انھوں نے بھی یہ معاملہ "گارساں دتاسی کے بیان پر چھوڑدیاہے یہ ثابت نہیں کیاکہ عزت اللہ کافارسی متن ترجمہ ہے یانہیں۔ مگر صاف ظاہر ہوتاہے کہ وہ گارساں دتاسی کے حوالوں سے متاثر ہیں اوراس بات کااعتراف کرتے ہیں کہ ایساکوئی قصہ ۱۱۳۴ء میں پہلے بھی موجود تھا۔ ایساکوئی نسخہ موجود ضرور ہے جو دکنی میں لکھا گیا۔ مگر یہ نسخہ نایاب ہے۔

خان رشید صاحب، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اصغر حسین خان اور نظیر اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کی آراء مختلف ضرور ہیں مگر ان سب کاایک مثنوی گلزارِ نسیم کے متعلق اس بات پر اتفاق ہے کہ گلزارِ نسیم گل بکاؤلی کے مشہور قصے پر مبنی ہے۔ اس قصے کی اصل کے بارے میں بہت کم معلوم ہے۔ اس میں جس داستان کو نظم کیاگیاہے وہ ایک مشہور قصہ ہے۔

عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے بارے میں یہ واضح نہیں ہوسکاکہ یہ فارسی متن ترجمہ ہے؟ متن کے سلسلے میں تمام سابقہ معلومات کو جانچ پرکھ کر مستند حوالوں کے ساتھ اسکے نتائج بیان کرناہی اصل تدوین ہے مگر عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے متعلق نتائج غیر واضح ہیں۔

گلزارِ نسیم مرتبہ رشید حسن خاں میں یہ بحث صفحہ نمبر ۵۶ پر ملتی ہے انھوں نے گلزارِ نسیم کی تدوین کرتے ہوئے یہ سوال اُٹھایاہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنے تمام تر وسائل بروئے کارلاتے ہوئے معتبر و مستند حوالوں کے ساتھ اس بحث کو سمیٹاہے۔ انھوں نے عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کے سلسلے میں کتاب خانہ برلن، انڈیا آفس لائبریری لندن، ایشیاٹک لائبریری کلکتہ اور خدابخش لائبریری پٹنہ کے فہرست نگاروں کی تحقیق کو سامنے رکھتے نتائج اخذ کیے ہیں۔

کتاب خانہ برلن کے مطابق "یہ قصہ ہندستانی ہے، اِسکافارسی میں ترجمہ کیاگیاہے۔"(۱۹)

انڈیا آفس لائبریری لندن کے مطابق:

"A love story of taju'l Muluk and Bakawali, translated from Hindustani into persian ca. 1134/1722 by 'IZZAT'UL'-LAH Bangali."(۲۰)

(ایضاً)

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے مطابق:

"Bakawali

The story of prince Taj-almuluk, Bakawali and her rose, translated from Hindustani into persian by Shaikh "Izzat-Allah Bangali, who had commenced this story in or before A.H 1134 (A.D.1722)." (۲۱)

کتاب خانہ، خدابخش پٹنہ کے فہرست ساز مولوی، عبدالمقتدر خاں نے اسے ذرا وضاحت سے لکھا ہے:

"It would appear from the preface that the author translated this work from Hindustani." (۲۲)

ا ن تمام فہرست نگاروں نے عزت اللہ کے فارسی مخطوطے کو سامنے رکھتے ہوئے جو اپنی آراء دی ہیں ان سے ہم جو نتائج نکالتے ہیں اُنکے مطابق:

"قصہ اصلاً ہندستانی ہے اوراس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے تاج الملوک اور بکاؤلی کی کہانی ہندستانی سے فارسی زبان میں عزت اللہ بنگالی نے ترجمہ کی۔ مصنف نے اسے ہندستانی سے ترجمہ کیا وغیرہ۔"(۲۳)

رشید حسن خان ان فہرست نگاروں کی تحقیق سے یہ مفہوم لیتے ہیں کہ مثنوی گلزار نسیم کا نثری قصہ پہلے سے ہی مقبول تھا مگر اس کی نثر معمولی درجے کی ہے۔ یہ قصہ تحریری طور پر موجود نہیں تھا جسکا فارسی میں ترجمہ کیا گیا بلکہ یہ ایک معروف قصہ تھا جسے سُن کر فارسی میں تحریر کیا گیا۔ اِس سلسلے میں اب تک کوئی قدیم روایت سامنے نہیں آئی۔ جب تک کوئی قدیم روایت سامنے نہیں آتی ا ِس پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

انھوں نے اس سلسلے میں تمام مستند حوالوں کو جانچ پرکھ کر نتائج اخذ کیے ہیں اور یہ ہی اصل تدوین ہے۔

پنڈت دیاشنکر نسیمؔ کے حالاتِ زندگی:

نسیمؔ کے حالاتِ زندگی کے متعلق زیادہ تفصیل تو دستیاب نہیں ہے مگر رشید حسن خاں نے نسیمؔ سے متعلق تمام تحریروں کو جمع کر کے حالاتِ زندگی، نام تخلص، تعلیم، روزگار وغیرہ کے تحت ایک مفصل خاکہ پیش کیا ہے۔ پنڈت دیاشنکر نسیمؔ نواب سعادت علی خاں کے عہد میں ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں گنگا پرشاد کول کے ہاں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد لکھنؤ کے ایک معزز کشمیری خاندان کے رکن تھے۔ نسیمؔ کی تاریخ ولادت کے متعلق کم و بیش ہر ایک کے بیانات ایک جیسے ہیں مگر رشید حسن خاں نے سن ولادت سے متعلق کافی معلومات اکٹھی کرنے کے بعد ۱۸۱۱ء اور مقام لکھنؤ ہی پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں انھوں نے چکبستؔ کا ایک مضمون جو کشمیر درپن کے شمارہ فروری میں "پنڈت دیاشنکر کول نسیمؔ" کے عنوان سے شائع ہوا اور دوسرا ایک اور مفصل مضمون جو اسکے بعد "مقدمہ گلزارِ نسیم" کے طور پر سامنے آیا، کا حوالہ دیتے ہوئے تفصیلاً حالاتِ زندگی پیش کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پنڈت دیاشنکر کول نسلاً کشمیری پنڈت تھے، والد کا نام تھا پنڈت گنگا پرشاد کول، وطن لکھنؤ تھا، نسیمؔ تخلص تھا اور آتش کے شاگرد تھے۔

اس حوالے کے ساتھ انھوں نے کلب علی خاں نادر صاحب کے لکھے ہوئے مضمون کا حوالہ بھی دیا ہے جو چکبستؔ سے پہلے لکھا گیا۔ یہ معلومات انھوں نے تذکرہ نادر (مرتبہ مسعود حسن رضوی، ص:۱۲۴) سے حاصل کیں ہیں جس میں وہ لکھتے ہیں:

"نسیمؔ، پنڈت دیاشنکر، اہلِ خطہ، ولد گنگا پرشاد، ساکنِ لکھنؤ، صاحبِ مثنوی گلزارِ نسیم، شاگرد خواجہ حیدر علی آتش۔" (۲۴)

رشید حسن خاں نے صرف تاریخ ولادت سے متعلق چھپنے والی تمام معلومات کو بے حد احتیاط سے پرکھا ہے اور مستند حوالوں سے تحقیق کے بعد پیش کیا ہے۔

نسیم کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے۔ خان رشید صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"۱۲۵۶ھ / ۱۸۴۲ء میں امجد علی شاہ تخت نشین ہوئے ابھی جشنِ تاج پوشی ہی منایا جا رہا تھا کہ

۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۳ء میں خود نسیم سورگ باش ہو گئے۔ عاشق لکھنوئی نے تاریخ وفات کہی۔"(۲۵)

"کشیدہ آہ بگفت نسیمِ باغ جناں" ۱۲۶۰ھ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نسیم کی تاریخ ولادت ۱۸۴۳ء لکھتے ہیں۔(۲۶)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا ماننا ہے کہ "۱۸۴۴ء یا اسکے کچھ دنوں بعد انتقال کیا۔ گویا صرف بتیس، تینتیس سال کی عمر پائی۔"(۲۷)

فرمان صاحب حواشی میں یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ بعض کتابوں میں دیاشنکر کا سالِ وفات ۱۸۴۳ء اور گلزارِ نسیم کی تصنیف کا سال ۱۸۳۳ء ظاہر کیا گیا ہے یہ درست نہیں ہے۔

اصغر حسین نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں: "نسیم ؔ ۱۸۴۳ء میں ۳۲ سال کی عُمر میں فوت ہوئے۔"(۲۸)

رشید حسن خاں مندرجہ بالا معلومات کے علاوہ نسیم کی تاریخِ وفات کے بارے میں کئی ایک مضامین اور معتبر حوالوں سے تحقیق کرکے اصل تاریخ وفات تک پہنچنے کی سعی کی ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں چکبست ؔ کے اقوال کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی آراء کو بھی تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں چکبست سے قدیم ماخذ ہمارے سامنے نہیں اور چکبست کے اپنے اقوال بھی اختلاف پیدا کرنے کا سبب بنے ہیں۔ چکبست کے علاوہ انھوں نے عاشق لکھنوی کا مصرعِ تاریخ اور رشک لکھنوی کے کہے ہوئے قطعہ تاریخ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس لیے یہ مان لینا چاہیے کہ چکبست اور مختلف مضامین کے لحاظ سے انتقال کے وقت اُن کی عُمر چونتیس پینتس سال ہوگی۔ چونکہ کسی واقعے کے سلسلے میں تاریخ اور مہینا معلوم نہیں اس لیے اس کا امکان رہے گا کہ تاریخ اور مہینا معلوم ہو جانے کی صورت میں ان تعینات میں چند ماہ کا یا اس سے کچھ زیادہ فرق رونما ہو سکتا ہے۔

اردو فارسی کی تعلیم صِغر سنی میں حاصل کی۔ بیس برس کی عُمر میں شعر و سُخن کا اچھا خاصا ذوق پیدا ہو گیا۔ حیدر علی آتش بہت پسند تھے اسلیے انکی شاگردی اختیار کی۔ روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ شاہی فوج میں ملازم تھے۔ اُن کے مسلمان ہونے کے متعلق روایات تو ہیں مگر مآخذ کے حوالے نہیں ملتے۔ نسیم ؔ کے آگرہ کالج میں پروفیسر ہونے کی روایت بھی ملتی ہے مگر اس سلسلے میں کوئی معتبر حوالہ سامنے نہیں آیا۔

تصنیفات کے حوالے سے رشید حسن خاں، چکبست کی روایات کو مستند نہیں مانتے اُنکے مطابق نسیم ؔ

کی غزلوں سے متعلق چکبست نے روایات کی حیثیت کو مستند ثابت نہیں کیا۔اُن کی تصنیفات میں ایک مختصر سادیوان ہے جو چھپ چُکاہےاوردوسری تصنیف گلزارِنسیم ہے جس نےاُن کےنام کواُردوادب میں زندہ،جاوید بنادیاہے۔

مثنوی کاسالِ تکمیل ۱۲۵۴ہےاور مثنوی کاسالِ طبع ۱۲۶۰ہے۔

رشید حسن خاں نے ”گلزارِنسیم“ سے متعلق ایک بہت اہم روایت کے متعلق سوال اُٹھایاہے کہ یہ کیسے ثابت ہوتاہے کہ ایساہواتھایانہیں۔ مثلاًگلزارِنسیم سے متعلق بہت سی قابلِ ذکرکتابوں اور چکبست کے دیباچہ ”گلزارِنسیم“میں یہ بات بڑی تفصیل سےبیان ہوئی ہے کہ جس وقت یہ مثنوی نسیمؔ نے لکھی اس کاحجم بہت زیادہ تھااورآتش نے نسیمؔ کواختصار کامشورہ دیا،کچھ اصلاحیں کیں،کانٹ چھانٹ کی اورآتش کی نظرثانی کے بعدیہ مثنوی ایک مشاعرے میں پڑھی گئی اوربعد میں طبع ہوئی۔

رشید حسن خاں کے بقول:

”کہ توجہ سے دیکھاجائےتومثنوی کے اشعاراپنے مطالب اورحُسن بیان کے ساتھ آپس میں اِسطرح پیوستہ ہیں کہ اگرایک شعربھی نکال دیاجائےتوپورابیان بکھرجائے گا۔۔۔یہ مانناب حدمشکل ہے کہ اس میں جگہ جگہ تبدیلیاں کی گئی ہیں پیوندکاری ہے۔مثنوی میں اتناتسلسل اورروانی ہے کہ یہ پوری ایک سانچےمیں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔۔۔۔

وہ مزیدلکھتےہیں کہ:

”یہ ہوسکتاہے کہ مثنوی اصلاح کے لیےپیش کی ہوگی مگریہ معلوم کرنےکی کوئی صورت نہیں کہ کس قدراصلاح ہوئی تھی اوریہ کہ نسیمؔ نےاکثراصلاحتیں نہیں مانی تھیں۔۔۔“(۲۹)

انھیں یقین ہے کہ یہ مثنوی نسیمؔ نےاِسی طرح لکھی ہےاورآزادکی روایت کے متعلق گیان چندنےجولکھاہے کہ یہ مثنوی آتش کےپاس اصلاح کے لیےگئی اورانھوں نےاسے مختصر کرنےکامشورہ دیااس کی کوئی صداقت نہیں۔اسی طرح اس بات میں بھی کوئی صداقت نہیں کہ مثنوی نسیمؔ کی نہیں آتش کی ہے۔یہ سب زبانی روایتیں ہیں۔تصدیق کے بغیران کوہرگزقبول نہیں کرناچاہیے۔

رشید حسن خاں کایہ مؤقف ہے کہ کسی قدیم متن کی تدوین کے لیےیہ لازم ہے کہ اُس کےاہم نسخے کے عکس سامنےرہیں انھوں نےگلزارِنسیم کی تدوین کے سلسلے میں اس بات کاخاص خیال

رکھاہے اور گلزارِ نسیم کے تمام نسخوں کے عکس سے استفادہ کیاہے۔ رشید حسن خاں اپنے مقدمہ میں اِن تمام نسخوں کا متعدد جگہ پر ذکر کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

"گلزارِ نسیم کی تدوین میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

گلزارِ نسیم طبع اوّل، نسخۂ مطبع مسیحائی، نسخۂ مطبعِ مصطفائی، نسخۂ چکبست، نسخۂ شیرازی، نسخۂ قاضی عبدالودود، نسخۂ اصغر، نسخۂ مذہب عشق، ریحان کی مثنوی، عزت اللہ کا فارسی متن، معرکہ چکبست وشرر۔ ان نسخوں کا اِسی ترتیب کے ساتھ تعارف کرایاجائے گا۔" (۳۰)

تدوین کا اولین مرحلہ تمام نسخوں کی فراہمی ہے۔ گلزارِ نسیم کے سلسلے میں رشید حسن خاں نے تمام نسخوں کی فراہمی کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ اسکے بعد تدوین کے کام کا آغاز کیا۔ اُن کے پیشِ نظر جو نسخے رہے انھوں نے ان سب کا تفصیلاً تعارف پیش کیا۔

گلزارِ نسیم: پہلی اشاعت]ح:[

یہ مثنوی پہلی بار ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ئ) میں لکھنؤ کے مطبعِ حسنی میر حسن رضوی میں چھپی تھی۔ اس اشاعت کے آخر میں دو قطعاتِ تاریخ شامل ہیں۔ پہلا قطعہ خود نسیم کا ہے اور دوسرا مولوی کرامت علی اظہر کا، اس ایڈیشن میں کُل ۸۰ صفحات ہیں۔ مثنوی صفحہ ۲ سے شروع ہو کر صفحہ ۷۷ پر ختم ہوجاتی ہے۔ یہ ایڈیشن کم یاب ہے۔ اِس کا ایک نسخہ رام پور کی رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا عکس رشید حسن خاں کے پاس موجود تھا۔ وہ لکھتے ہیں: "متن میں کچھ اغلاطِ کتابت ایسی ہیں جو غلط نامے میں شامل نہیں۔" (۳۱) انھوں نے ضمیمۂ تشریحات میں ایسے ہر شعر کے تحت اُن کی نشاندہی کر دی ہے۔

نسخۂ مطبعِ مسیحائی ۱۲۶۲ھ]م[نسخۂ مطبعِ مُصطفائی ۱۲۶۴ھ]لکھنؤ:[

اس نسخے کا تعارف کرواتے ہوئے رشید حسن خاں بتاتے ہیں کہ گلزارِ نسیم کی اشاعت اول کے بعد سب سے قدیم نسخہ جو میری نظر سے گزراوہ مطبع مسیحائی لکھنو کا ہے۔ یہ تین کتابوں کا مجموعہ ہے۔ حوض میں گلزارِ نسیم کا متن ہے اور حاشیئے پر قصہ بہرامِ گور اور خِرد افزا کا متن بالترتیب چھپا ہوا ہے۔ عبارتِ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۶۲ھ کا چھپا ہوا ہے اس نسخے کا متن اشاعت اول کے مطابق ہے۔

مطبع مصطفائی ۱۲۶۴ھ میں چھپا۔ اس نسخے میں ایک شعر ایسا ہے جو نسخہ طبعِ اول میں اور نسخۂ

چکبست میں موجود نہیں۔نسخہ ٔمسیحائی میں بھی نہیں ہے۔اس کی نشاند ہی ضمیمہ ٔتشریحات میں کر دی گئی ہے۔

نسخہ ٔچکبست]ک:]

پنڈت برج نراین چکبست نے مثنوی گلزارِ نسیم کاایک خوبصورت ایڈیشن شائع کیاجسکاایک نسخہ رضالائبریری رامپور میں موجود ہے۔ اسکاعکس رشید حسن خاں کے پاس بھی ہے۔ اس نسخے پر سال ِطبع موجود نہیں ہے۔"معرکہ چکبست وشرر" کے دیباچے میں لکھا ہے:

"جنوری فروری ۱۹۰۵ءمیں گلزارِ نسیم کانیاءایڈیشن شائع ہوا۔مارچ اوراپریل ۱۹۰۵ءکے دل میں گداز مولوی عبدالحلیم شرر صاحب نےاس نئے ایڈیشن کاریویوشائع کیا۔" (۳۲)

چکبست کے مطابق انھوں نےاس مثنوی کی اشاعت ِاوّل پر اپنے متن کی بنیادر کھی ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں کہ اس نسخے پر بہت سے لوگوں نے اپنی آراءکااظہار کیاہے مگرا س متن کااصل نسخے سے کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔جب رشید حسن خاں نےاس کاجائزہ لیاتومختلف قسم کی اغلاط سامنے آئیں مثلاً

☆ متعدد مقامات پر اصل متن کوبدلا گیاہے۔
☆ شعر کی قرأت صحیح طریقے سے نہیں کر سکے۔
☆ کتابت اور طباعت کے حُسن کے باوجوداس کو معتبرایڈیشن نہیں کہاجاسکتا۔

بعدازاں انھوں نے ضمیمہ ٔتشریحات میں ایسےجملہ اشعار کی نشاندہی کر دی ہے۔ املا، قواعداور گرائمر کے حوالے سے بھی اغلاط کو پیش کیاہے۔

☆ اشاعتِ اوّل کی طرح ا س میں بھی ا ٓخر میں لفظ میں واقع نون غنہ پر ہر جگہ نقطہ ملتاہے۔
☆

اعراب بالحروف کے طور پر اظہارِ پیش (و) کے لیے بہت سے مقامات پر واوملتاہے۔ایسا بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کہیں مع واؤ ہےاور کہیں بغیر واؤ۔

آخر لفظ میں واقع یائے معروف ومجہول کی صورت نگاری میں متعارف امتیاز کوبہ طورِعموم ملحوظ

رکھا گیا ہے۔ جائے، آئے جیسے افعال میں ے پر کہیں ہمزہ ہے کہیں نہیں۔ اشعار میں بھی صورت ہے۔

- ☆ اضافت کے زیر کہیں ہیں، کہیں نہیں۔
- ☆ تشدید کہیں ہے کہیں نہیں۔
- ☆ پُرانی روایت کے مطابق مطبعے کی طرف سے عبارت خاتمت الطبع موجود نہیں۔
- ☆ غلط نامہ بھی موجود نہیں۔

نسخۂ شیرازی:

معرکہ چکبست وشرر کے آخر میں گلزارِنسیم کا متن بھی شام ہے۔ یہ متن ”مرزا محمد شفیع شیرازی“ کا مرتب کردہ ہے۔ اس نسخے کے بہت سے صفحات پر مختصر یا مفصل حواشی بھی ہیں۔ مرتب نے حواشی میں کہیں تومفہو م کی وضاحت کی ہے، کہیں کسی نکتے کی طرف متوجہ کیا ہے اور کہیں شاعر کے اندازِبیان کی توجیہہ کی ہے۔ انھوں نے شاعر پر براہِ راست اعتراض کرنے کے بجائے بالواسطہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ کہہ کر کہ شاعر نے تو یوں لکھا تھا اُسے بدل دیا گیا یا وہ بدل گیا۔ انھوں نے دراصل اپنی اصلاحیں پیش کی ہیں۔ جہاں انھوں نے خیال کیا کہ اس مصرعے کو یوں ہونا چاہیے تھا، یا یہ کہ یہاں یہ لفظ ہونا چاہیے تھا، وہاں اس مصرعے یا لفظ پر نشان بنا کر، حاشیئے میں اپنی اصلاح درج کر دی ہے۔ پورا معرکہ ٔچکبست وشرر اُنکے سامنے تھا۔ اُنکا متن کسی ایک نسخے پر مبنی معلوم نہیں ہوتا۔

نسخۂ قاضی عبدالودود:

قاضی عبدالودود صاحب نے پروفیسر مسعود حسن رضوی کی فرمائش پر گلزارِنسیم کو مرتب کیا، اس مثنوی کا مکمل مسودہ قاضی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا رضوی صاحب کے پاس موجود تھا۔ نیرّ صاحب (رضوی صاحب کے بیٹے) نے اس کی بابت رشید حسن خاں صاحب کو مطلع کیا کہ یہ نسخہ جس کی کتابت مسعود حسن صاحب کی زیرِ نگرانی لکھنؤ کے نامی خطاط ریاض الحسن نے کی ہے۔ قاضی صاحب اسکا مقدمہ نہیں لکھ سکے اس لیے مسعود صاحب نے اس کی اشاعت کا ارادہ ترک کر دیا اور کتابت شدہ کاپیاں، قاضی صاحب کے مسودے کے ساتھ میر حسن نورانی کو دے دیں۔ قاضی صاحب کے ہاتھ کا لکھا یہ متن امیر حسن صاحب نے عابد رضا بیدار صاحب کو دے دیا اور اس طرح یہ مسودہ خدابخش لائبریری میں محفوظ ہوگیا۔ اس مسودے کا عکس بیدار صاحب نے رسالہ معیارو تحقیق (پٹنہ) کے پہلے شمارے بابت سال ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔

رشید حسن خاں نے اس عکس کو پیش نظر رکھااور فہرست مآخذ میں شامل کیاہے۔ چونکہ یہ متن قاضی صاحب کے ہاتھ کا ہے اس لیے اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ مگر مقدمہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہوپایاکہ یہ نسخہ مرتب کرتے ہوئے قاضی صاحب کے سامنے کون کون سے نسخے موجود تھے اور یہ کہ تدوینِ متن میں کیاطریقہ کاراپنایاہے۔ رشید حسن خاں نے نہایت جانفشانی سے اسکاتقابلی جائزہ لیااور نتیجہ نکالاہے کہ قاضی صاحب کے پیشِ نظر گلزارِنسیم کی اشاعت اول (ح) اور نسخہ چکبست (ک)دونوں تھے۔ اور کہیں کہیں یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ ان کے علاوہ بھی کئی ایک نسخے ان کے سامنے تھے۔

- ☆ کہیں لگتاہے کہ انھوں نے بہ طورِعموم ح کے متن کوترجیح دی ہے اور کہیں لگتاہے اس سے انحراف بھی کیاہے۔
- ☆ بعض جگہ اصل متن میں دانستہ ترمیم کی گئی ہے اور فارسیِ جدید کی تقلید میں کچھ الفاظ کااملابدلا گیاہے۔
- ☆ ایک دوجگہ لغزشِ قلم کی بھی نشاندہی کی ہے جو ضمیمہ 'تشریحات میں موجود ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

یادگارِنسیم (یادگار):

مثنوی گلزارِنسیم اصغر گونڈوی نے یادگارِنسیم کے نام سے مرتب کی۔ یہ مثنوی انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد سے شائع ہوئی تھی۔ نسخہ پر سالِ اشاعت ۱۹۳۴ءدرج ہے۔ مگر یہ صراحت نہیں ملتی کہ یہ اشاعتِ اوّل ہے۔ رشید حسن خاں اصغر گونڈوی کے مفصل مقدمہ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔

- ☆ مرتب نے دقتِ نظر کے ساتھ محاسن کونمایاں کیاہے جو طالب علموں کے لیے مفید ہے۔
- ☆ انتخابِ دیوانِ نسیم بھی آخر میں شامل کیاگیاہے۔

حواشی میں کچھ مشکل الفاظ کے معنی لکھے گئے ہیں اور بعض اشعار کے تحت صنائع کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مثنوی سے حذف کردہ اشعار کی نشاندہی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"مثنوی میں سے بہت سے اشعار حذف کردیئے گئے ہیں جنھیں آج کل کے معیارِ تہذیب

سے گراہوا سمجھا گیااوراُنکامفہوم نثرمیں لکھ کرتسلسل برقراررکھاہے۔ مگراس کوشش میں بہت سے ایسے اشعار بھی حذف کردیئے گئےہیں جنمیں بہ ظاہرکسی طرح کی فحاشی نظرنہیں آتی بلکہ وہ اندازِبیان کے لحاظ سے حُسنِ بیان سے معمورہیں۔"(۳۳)

اس کی وضاحت رشید حسن خاں نےیوں دی ہے کہ یہ ایڈیشن ہندستان اکیڈمی الہٰ آباد کی فرمائش پرمرتب کیاگیاتھایہ ایڈیشن طلبہ کے لیے تھااگریہ درست ہےتواس کاامکان ہے کہ قطع وبرید کا یہ عمل اکیڈمی کے ہدایت نامے کے مطابق عمل میں آیاہو۔

جواشعارنسخے سے حذف کیے گئےہیں رشید صاحب نےضمیمہ تشریحات میں ان کی نشاندہی کردی ہے۔ یہ بات مرتب نےنہیں لکھی کہ انھوں نےکس نسخےپراپنےمتن کی بنیادرکھی ہےیہ محسوس ہوتاہے کہ انھوں نےکسی ایک نسخےپرانحصارنہیں کیا۔

رشید حسن خاں کےمطابق متن اورحواشی سےاندازہ ہوتاہے کہ اُن کےپیشِ نظرشایدنسخۂ چکبست تھا۔ نظامی پریس کانپورکی چھپی ہوئی مثنوی بھی ا ُن کےسامنےتھی۔ ایک دوجگہ پرشررکےاعتراضات سےمتاثرہوکرشررکےاصلاح متن کوبھی ترجیح دی گئی ہے۔رشید حسن خاں کےپاس نظامی پریس کانپورکی چھپی ہوئی مثنوی کاعکس تھا۔

فارسی متن:

عزت اللہ بنگالی کےفارسی متن کےمتعلق رشید حسن خاں نےمکمل تفصیلات فراہم کرتےہوئےبتایاہے کہ یہ فارسی متن قصہ گل بکاؤلی کی قدیم ترین روایت ہےاوریہ اب تک نہیں چھپاہے۔ اس کے چھے خطی نسخےان کے علم میں ہیں۔ دونسخےانڈیاآفس لائبریری میں (لندن) دونسخےبرلن کےکتاب خانےمیں ہیں۔ ایک نسخہ کلکتے کی ایشیاٹک سوسائٹی اورایک نسخہ خدابخش اورینٹل لائبریری پٹنہ میں ہے۔

رشید حسن خاں کےپاس کلکتےاورپٹنےکےدونوں نسخےاورانڈیاآفس لائبریری لندن کےدونسخوں میں سےایک بہترنسخہ نمبر ۸۲۸ کاعکس موجودتھا۔ تدوینِ گلزارِنسیم میں انھوں نےعزت اللہ کےیہ تینوں فارسی متون کوسامنےرکھا۔

مذہبِ عشق:

منشی نہال چندلاہوری نے گلکرسٹ کی فرمائش پر عزت اللہ بنگالی کے لکھے ہوئے گل بکاؤلی کے فارسی قصے کااُردوترجمہ کیااس کانام "مذہبِ عشق"تھایہ پہلی اشاعت اس قدرکم یاب ہے کہ اسے رشید حسن خاں صاحب نے بھی نہیں دیکھا۔۱۹۶۱ءمیں شائع ہونےوالانسخہ جسے خلیل الرحمان داؤدی نے مرتب کیاتھاضروردیکھاہے۔ اس کے خطی نسخے متعددکُتب خانوں میں دستیاب ہیں۔ صرف خدابخش لائبریری پٹنہ میں اس کے دس قلمی نسخے ہیں۔ یہ نسخہ کئی بارچھپ چکاہےاوربہت مقبول ہےاس کاقدیم ترین مکتوبہ ۱۲۳۳ھ ہے۔

مذہبِ عشق اورعزت اللہ کے فارسی متن کے بارےمیں یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ نہال چندنےعزت اللہ کے کسی فارسی نسخے کوترجمے کی بنیادبنایاتھا۔مذہب اورفارسی متن میں اختلافات ملتے ہیں۔

ریحان کی مثنوی باغِ بہار:

رشید حسن خاں نےگلزارِنسیم کی تدوین کے سلسلے میں چھوٹی سے چھوٹی معلومات کو بھی معمولی نہیں سمجھا۔اِس سلسلے کی ایک کڑی ریحان کی مثنوی باغ وبہارہے۔باغِ بہارکامفصل تعارف پیش کیاہے۔ اس مثنوی کے متعلق رشید حسن خاں نےڈاکٹرگیان چندجین کی کتاب "اُردوکی نثری داستانیں"اورسیدخورشید علی،کے مضمون کے حوالے دیئے ہیں۔ باغِ بہارکے متعلق لوگوں کاخیال ہے کہ اس مثنوی کاماخذبھی عزت اللہ کافارسی متن ہے۔ معلومات کے مطابق اس کے شاعرِکانام "ریحان الدین"تھااوروہ لکھنوی تھا۔اس نے گل بکاؤلی کے نثری قصے کومثنوی میں ڈھالاہے۔

رشید حسن صاحب نے مثنوی کے شاعرکانام،تاریخ تصنیف،مثنوی کانام اورقصے کےماخذتک پہنچنے کے لیے تمام معتبرومستندماخذات تک رسائی کی۔ اُن کےپاس اس مثنوی کاوہ نسخہ بھی موجودتھاجوکراچی کے نیشنل میوزیم میں محفوظ ہے۔انھوں نےاس مثنوی سے متعلق تمام معلومات اس نسخےکوسامنےرکھ کرحاصل کیں۔یہ مثنوی ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

"شاعرکانام"ریحان"مثنوی میں بہ طورِتخلص آیاہےاصل نام کہیں نہیں لکھا۔اس مثنوی کانام 'باغِ بہار'مشہورہےجوقیاسی نام ہے۔ اس مثنوی کی زبان اوربیان میں اس قدرخامیاں ہیں کہ

شاعر کے لکھنوی ہونے پر شک پیدا ہوتا ہے۔اس کی تاریخ "باغِ بہار" ہے جسسے ۱۲۱۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ "

باغِ بہاراور مذہبِ عشق:

رشید حسن خاں نے ریحان کی مثنوی "باغِ بہار" اور نہال چندلاہوری کی "مذہب عشق" کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔مذہب عشق عزتا للہ کے فارسی متن کا ترجمہ ہے اور ریحان کی مثنوی کے متعلق بھی یہ بات کہی جاتی ہے کہ اسکا آخذ بھی عزت اللہ کا فارسی متن ہے۔مگر رشید حسن خاں یہ بات درست نہیں مانتے۔انھوں نے "باغِ بہار" کے نسخے سے وہ تمام باتیں سامنے نکالی ہیں جو اصل قصے کے مطابقت نہیں رکھتی۔'ریحان' نے اصل واقعات میں بہت سی تفصیلات کے اضافے کیے ہیں جو غیر ضروری اور بے جوڑ ہیں۔قصے میں ترامیم کی گئی ہیں۔ریحان کی باغِ بہاراور اصل فارسی متن میں اختلاف ہے۔

باغِ بہاراور گلزارِنسیم:

نسیم ؔنے مآخذ کے طور پر صرف ا'ردو کے نثری قصے 'مذہب' کا ذکر کیا ہے لیکن ریحان کی باغِ بہار بھی ا'ن کے سامنے تھی۔رشید حسن خاں کی تحقیق کے مطابق یہ کہنا بالکل درست نہیں ہے کہ مثنوی "باغِ بہار" کا نقشِ ثانی ہے کیونکہ تقابلی جائزے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نسیم ؔکا بیان کہیں تو باغ بہار سے مطابقت رکھتا ہے اور کہیں نہیں رکھتا۔بہت سے مقامات پر گلزارِنسیم ؔ، "باغِ بہاراور مذہب" دونو ں سے مختلف ہے۔

معرکہ چکبست وشرر:

رشید حسن خاں صاحب نے گلزارِنسیم کی تدوین کے سلسلے میں جن نسخوں کو اپنے سامنے رکھا ان میں برج نرائن چکبست کی مثنوی گلزارِنسیم بھی شامل ہے۔چکبست نے ۱۹۰۵ءمیں گلزارِنسیم کا ایڈیشن شائع کیا اس پر مفصل مقدمہ لکھا۔اوراس مثنوی کے محاسن کو نمایاں کیا۔رشید حسن خاں اس مجموعے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔انھوں نے اپنی کتاب میں معرکہ چکبست وشرر کے عنوان سے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اسکی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور ضروری حقائق سامنے لائے ہیں۔انھوں نے معرکہ چکبست وشرر کا پس منظر مکمل جزئیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔

چکبست کے مقدمہ میں نسیم کی طرف داری کا رنگ جھلکتا تھا شرر نے اپنے رسالے "دلگداز" میں اُس پر تبصرہ کیا جو دو قسطوں میں اس رسالے کے شمارہ 'مارچ، شمارہ 'اپریل ۱۹۰۵ءمیں شائع ہوا پھر جولائی میں

مزیداعتراضات پر مشتمل شرر کا مضمون تیسری قسط کے طور پر شائع ہوا۔چکبست نےاس تبصرے کی پہلی دوقسطوں کا مکمل و مفصل جواب لکھا،جوحسرت موہانی کے رسالے اُردوئے معلی (علی گڑھ) کے شمارہ جولائی ۱۹۰۵ءمیں شائع ہوا۔

رشید حسن خاں نےاس معرکے کی تمام تر تفصیلات بتانے کے بعد اپنے طور پر اس بحث کو اس طرح سمیٹا ہے کہ:

''شرر کے اعتراضات اور چکبست کے جوابات کے سلسلے میں یہ بات ہمارے ذہن میں ضروررہنا چاہیے کہ جس طرح شرر کے سب اعتراض درست نہیں تھے،اُسی طرح چکبست کے سارے جوابات بھی قابلِ تسلیم نہیں تھے چکبست کی ایک غلطی یہ تھی کہ انھوں نے ہر اعتراض کا جواب دیناچاہااوراس کے لیے مناسب وغیر مناسب ہرانداز سے کام لیا۔۔۔ شرر کے تبصرے میں ا ن فرضی روایتوں کی کارفرمائی شامل تھی جو چکبست کے مضامین میں سامنے آئی تھیں۔''(۳۴)

طریقِ کار:

رشید حسن خاں نے اپنے مقدمے میں متعدد جگھوں پر گلزارِ نسیم کے نسخوں کا ذکر کیاہے۔ گلزارِ نسیم کے متن کی بنیاداس مثنوی کے نسخۂ طبع اوّل (مطبعِ حسنی میر حسن رجوی،لکھنؤ،سالِ طبع: ۱۲۶۰ھ) پر رکھی گئی ہے۔ مصنف کی زندگی کی یہ پہلی اورآخری کتاب ہےاسی بناءپراِسے رشید حسن خاں نے متن کی اساس بنایا۔

اس نسخے کے متن میں کتابت کی بہت سی غلطیاں تھیں۔اشاعت کے آخر میں دیئے گئے غلط نامہ میں بہت سی غلطیاں شامل نہیں حالانکہ یہ سب نہایت واضح اغلاط ہیں۔ رشید حسن خاں نےانکی تصحیح کے سلسلے میں نسخہ ٔمسیحائی سے مدد لی اوراحتیاطاًنسخۂ ِمطبع ِمصطفائی کو بھی سامنے رکھاہے۔ اس اشاعت کے آخر میں دیے گئے غلط نامے میں شامل اغلاط کے علاوہ ان غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو متن کی کتابت میں تو ہیں مگرغلط نامے میں شامل نہیں ہیں۔ اشعار کے شروع میں نمبر شمارڈالے ہیں تاکہ ضمیمہ ٔتشریحات میں زیرِ بحث اشعار کوباآسانی تلاش کیاجاسکے۔اس طرح متعلقہ شعر کو نقل کرناضروری نہیں رہا۔ ضمیموں اور مقدمے میں اکثرمتعلقہ کتابوں کاپورانام لکھنے کے بجائے علاقی نام لکھاگیاہے مثلاً:

گلزارِ نسیم، طبعِ اوّل

:ح

۷۔ معرکہ چکبست وشرر

:معرکہ

مطبعِ مسیحائی

:م

۸۔ مذہبِ عشق

:مذہب

نسخہ چکبست

:ک

۹۔ فرہنگِ آصفیہ

:آصفیہ

نسخہ شیرازی

:ش

۱۰۔ نوراللغات

:نور

نسخہ قاضی عبدالودود

:ق

۱۱۔ غیاث اللغات

:غیاث

نسخہ اصغر گونڈوی (یادگارِ نسیم)

:یادگار

واضح اغلاطِ کتابت کی تصحیح کی گئی ہے اور ہر تصحیح سے متعلق ضمیمہ تشریحات میں ضروری تفصیل دی گئی ہے۔ ضمیمہ، تلفظ واملا میں ایسے لفظوں کے متعلقات کی نشاندہی کی گئی ہے جس کو کاتب نے مقامات

پر کئی طرح لکھا ہے۔

علامتوں کے انتخاب میں اس تصور کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ وہ کم سے کم ہوں اور صرف ان مقامات پر شامل کیا گیا جہاں اُن کا آنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ توقیف

نگاری کا اہتمام بھی کیا گیا ہے رموزاوقاف کی پابندی کو ملحوظ رکھا ہے، باغ وبہاراور فسانۂ عجائب میں بھی اِسی نظامِ املاوعلامات کو اختیار کیا گیا ہے۔ ضروری الفاظ پر اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔ متن کے بعد دو ضمیمے شامل کئے گئے ہیں ایک ضمیمہ تلفظ واملااوردوسرا ضمیمہ تشریحات، معرکہ چکبست وشرر کی تفصیل پیش کی ہے۔ رشید حسن خاں نے طریق کار میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں ''الفاظ وطریقِ استعمال'' کا ضمیمہ شامل نہیں ہے۔ ضمیموں کے بعد فرہنگ ہے۔ آخر میں عزت اللہ بنگالی کا متن شامل کیا گیا ہے، یہ فارسی متن اب تک چھپا نہیں تھا اور اب تک کی معلومات کے مطابق یہ اس قصے کی قدیم ترین معتبر تحریری روایت ہے۔

آخر میں رشید حسن خاں نے ان حضرات کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں اُن کی مدد کی۔ مشکلات کا ذکر بھی ہے اور دوستوں کی نسخوں کی فراہمی کے سلسلے میں کی جانے والے کوششوں کا احوال بھی دیا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ گلزارِنسیم کی اشاعتِ اوّل اور نسخہ چکبست یہ دونوں کم یاب کتابیں ہیں اس کا پہلا ایڈیشن موجود نہیں تھا مؤخر ایڈیشن تھا۔ اسکے دونسخوں کے عکس رضالائبریری رامپور میں محفوظ تھے جو ان کے دوست ڈاکٹر شعائراللہ خان نے فراہم کیے۔ نسخۂ مطبع مسیحائی اور یادگارِنسیم، انجمن ترقی اردو (نئی دہلی) سے ایم۔ حبیب خاں صاحب نے مہیا کیں۔ مذہب عشق کا پُرانا نسخہ عزیزہ منصورہ احمد نے بہت مشکل سے بہم پہنچایا۔ عزت اللہ بنگالی کے فارسی متن کا عکس ان کے ایک کرم فرما جناب سالک لکھنوی نے ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے بہت مشکل سے حاصل کر کے بھیجا۔

عزت اللہ کے فارسی متن کا ایک اور نسخہ خدابخش لائبریری پٹنہ میں تھا جو ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی وساطت سے مل گیا۔ اسی نسخے کا عکس انڈیا آفس لندن کی لائبریری سے اطہر فاروقی لے کر آئے۔ ان تینوں نسخوں کی مدد سے ہی فارسی متن کی تصحیح ممکن ہو سکی۔

ریحان کی مثنوی کا عمدہ نسخہ کراچی نیشنل میوزیم سے مشفِق خواجہ صاحب نے روانہ کیا۔

گلزارِ نسیم کا متن:

مقدمے کے بعد گلزارِ نسیم کے متن سے پہلے گلزارِ نسیم طبع اوّل کے سرِورق کے پہلے صفحے کا عکس دیا ہے۔ اس کی پیشانی پر "افوض امری الی اللہ" تحریر ہے۔ اس کے آخر میں "مطبع حسن میر حسن رضوی زیورِ طبع پوشید" رقم ہے۔

ضمیمہ جات:

کتاب میں دو ضمیمے شامل ہیں جس میں پہلا ضمیمہ تشریحات سے متعلق ہے۔ اشعار کے شروع میں نمبر شمار ڈالے گئے جن کی مدد سے ضمیمہ تشریحات میں زیرِ بحث اشعار کو بہ آسانی تلاش کیا جاسکتا ہے اس طرح متعلقہ اشعار کو نقل کرنا ضروری نہیں رہا۔ ضمیموں اور مقدمے میں اکثر متعلقہ کتابوں کا پورا نام لکھنے کے بجائے علامتی نام لکھا گیا ہے۔

دوسرا ضمیمہ تلفظ اور املا کے مباحِث سے متعلق ہے۔ تلفظ کے حوالے سے دیئے گئے ضمیمے میں الفاظ کی ترتیب میں لغت کی ترتیب کا خاص خیال رکھا گیا ہے تلفظ کے حوالے سے وضاحت طلب لفظوں پر اعراب لگائے گئے ہیں اور حواشی میں اس کی وضاحت کی گئی ہے جس سے قرأت متن آسان اور درست ہو جاتی ہے۔

فرہنگ:

مفصل فرہنگ بھی کتاب میں شامل ہے۔ تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ان الفاظ کو حروفِ تہجی کے مطابق ترتیب دے کر انکے وہی معنی بیان کیے ہیں جن معنوں میں وہ اس مقام پر آیا ہے۔ ان میں محاورات اور وہ تمام ضرب الامثال بھی شامل ہیں جو گلزارِ نسیم کے متن کا حصہ ہیں۔ خاص خاص الفاظ کے سامنے اس صفحے کا نمبر بھی دیا ہے۔ حواشی میں فارسی اشعار کو واضح کر کے لکھا ہے یعنی اصل ترتیب سے جیسا وہ ہے۔ جن نسخوں میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں اُن کا نام بھی لکھا ہے۔

فارسی متن:

مصنف: عزت اللہ بنگالی:

فرہنگ کے بعد عزت اللہ بنگالی کا فارسی متن شامل کیا ہے یہ فارسی متن اب تک کہیں نہیں چھپا۔ اس متن تک رسائی میں رشید حسن خاں نے بہت انتظار، صبر اور محنت کی ہے۔ اصل نسخوں کے عکس

حاصل کرنے کے بعد ہی اس متن کی تصحیح کرکے پیش کیاہے۔ اس متن میں حواشی کے اندراُن تمام اغلاط، کمی بیشی،الحاق وترمیم کی نشاندہی کی ہے جواب تک اس میں ہوتی رہی ہے۔ یہ فارسی متن ۲۰۳ صفحے سے ۲۲۷ تک ہے۔

گلزارِنسیم،رشید حسن خاں کاایک اہم تدوینی کارنامہ ہےاُن کےنزدیک تدوین کامقصدکسی متن کواس طرح پیش کرناہے جس طرح مصنف نےاِسے آخری بارلکھاتھایہی متن کی بازیافت ہے۔ گلزارِنسیم کی تدوین میں جس طرح محنت،جدوجہداورصبر سے کام لیاہےاس سےرشید حسن خاں کےتدوینی اصولوں پر عمل کرنےکاثبوت ملتاہے۔ مصنف،تصنیف،زبان واملا،عہدسےمتعلق واقفیت تدوین کی اہم ضرورت ہے۔ حواشی،ضمیمہ،فرہنگ کی ضرورت واہمیت کوسمجھنامدون کی ذمہ داری ہےاوررشید صاحب اس ذمہ داری سےپوری طرح عہدہ برآہوئےہیں۔ وہ قدیم متون جوتدوین کےبغیرچھپ گئےتھےان میں غلطیاں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ الحاقی کلام کامسئلہ بھی بہت زیادہ ہے۔ رشید حسن خاں نےجتنی بھی کتابیں اب تک مدون کی ان کی اغلاط کی نشاندہی کی اورتصحیح وترتیب دےکرمنشائےمصنف تک لےکرگئےہیں۔

انھوں نےہرصورت میں اشاعتِ اول کومتن کی بنیادبنایاہےکلام کی تاریخی ترتیب اورصحتِ متن کاخیال رکھاہے۔نسخوں کےاختلاف کی نشاندہی کی ہے۔شرح اورضروری حواشی کےلحاظ سےیہ بہت سی تدوینی کاوشوں پربھاری ہے۔ مثنوی گلزارِنسیم پرعالمانہ نظررشید حسن خاں کاایک قابلِ فخراورناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،معاصرِادب،سنگِ میل پبلیکیشنز،لاہور ۱۹۹۱ء،ص:۵۲

۲۔ نورالحسن،نیرؔ،مرتبہ ''نوراللغات''،جلددوم،اسلاآباد: ۱۹۸۵ء،ص:

۳۔ رشید حسن خاں،گلزارِنسیم،نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۹۵ء،ص:۸۶

۴۔ رشید حسن خاں،ادبی تحقیق مسائل اورتجزیہ،الفیصل ناشران،لاہورنومبر ۲۰۰۳ء،ص:۹۶

۵۔ باغ و بہار، سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور،، ۱۹۹۲ئ، ص:۱۴
۶۔ رشید حسن خاں (مرتبہ) مقدمہ گلزارِ نسیم، انجمن ترقی اُردو نئی دہلی (ہند)، ۱۹۹۵ء، ص:۱۲
۷۔ ایضاً، ص:۴۳
۸۔ رشید حسن خاں (مرتبہ) مقدمہ گلزارِ نسیم، نئی دہلی (ہند): انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ء، ص:۵۱
۹۔ ایضاً، ص:۱۵۷
۱۰۔ ایضاً، ص:۱۵۸
۱۱۔ ایضاً، ص:۳۱۹
۱۲۔ ایضاً، ص:۳۲۰
۱۳۔ ایضاً، ص:۳۲۰
۱۴۔ ایضاً، ص:۳۲۰
۱۵۔ اصغر حسین، مثنوی گلزارِ نسیم، عشرت پبلشنگ ہاؤس لاہور، (سن)، ص:۵
۱۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی بہترین مثنویاں، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص:۸۴۔۸۳
۱۷۔ ایضاً، ص:۸۴
۱۸۔ ایضاً، ص: ۸۵
۱۹۔ رشید حسن خاں (مدون)، مقدمہ گلزارِ نسیم، نئی دہلی (ہند): انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ء، ص:۵۳
۲۰۔ ایضاً، ص:۵۳
۲۱۔ ایضاً، ص: ۵۳
۲۲۔ ایضاً، ص:۵۳
۲۳۔ ایضاً، ص:۵۳
۲۴۔ ایضاً، ص:۵۳
۲۵۔ خان رشید، اُردو کی تین مثنویاں (تنقید و تبصرہ)، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۲ء، ص:۱۵۷۔۱۵۶
۲۶۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اُردو مثنویاں، لاسنگ ِ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء،

ص:۳۱۹

۲۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی بہترین مثنویاں، نذیر سنز پبلشر ز لاہور، ۱۹۹۳ئ، ص:۸۲

۲۸۔ اصغر حسن، مثنوی گلزارِ نسیم، عشرت پبلشنگ ہاؤ س لاہور، (سن)، ص:۶

۲۹۔ رشید حسن خاں (مدون)، مقدمہ گلزارِ نسیم، انجمن ترقی اُردو، نئی دہلی (ہند) ۱۹۹۵ء، ص:۶۳

۳۰۔ ایضاً، ص:۶۷

۳۱۔ ایضاً، ص:۶۴

۳۲۔ ایضاً، ص:۷۲

۳۳۔ ایضاً، ص:۸۰۔۸۱

۳۴۔ ایضاً، ص:۱۴۰

حوالہ جات

۱۔ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، مثنوی گلزارِ نسیم، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس

۲۔ باغ وبہار، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، معاصرِ ادب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء

۴۔ خان رشید، اُردو کی تین مثنویاں (تنقید وتبصرہ)، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۲ء

۵۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی بہترین مثنویاں، لاہور: نذیر سنز پبلیشرز، ۱۹۹۳ء

۶۔ گوپی چند نارنگ، ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اُردو مثنویاں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء

۷۔ نورالحسن، نیرؔ، مرتبہ "نوراللغات"، جلد دوم، اسلاآباد، ۱۹۸۵ء

۸۔ رشید حسن خاں (مرتبہ)، مقدمہ گلزارِ نسیم، نئی دہلی (ہند): انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ء

۹۔ رشید حسن خاں، ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ، لاہور: الفیصل ناشران، نومبر ۲۰۰۳ء